قاہرہ میں مجمع البحوث الاسلامیہ کی تیسری کانفرنس

سعید احمد اکبرآبادی

امسال قاہرہ میں مجمع البحوث الاسلامیہ کی تیسری کانفرنس اپنی روایتی شان و شوکت اور تزک و احتشام کے ساتھ ۳۰ستمبر سے ۱۱ اکتوبر تک منعقد ہوئی، ۳۰ ستمبر کو جمعہ تھا اور اس روز جمہوریہ متحدہ عربیہ کیا بلکہ سب عرب ممالک میں چھٹی رہتی ہے، اس بنا پر اس تاریخ کو کانفرنس کی کوئی رسمی کارروائی نہیں ہوئی اور صرف یہ ہوا کہ مندوبین نے جامع ازہر میں جمعہ کی نماز ادا کی اور شام کے وقت ایک جگہ چائے پر جمع ہو کر باہمدگر ملاقات کی اور ایک دوسرے کی خیر صلاح پوچھی، دوسرے دن یعنی یکم اکتوبر کو دس بجے صبح کے بعد پہلے قرآن مجید کی تلاوت ہوئی اور اس کے بعد نائب صدر جمہوریہ سید حسین الشافعی نے افتتاحی تقریر کی، تقریر اگرچہ مختصر تھی لیکن زورِ بیان اور فصاحت و بلاغت کا شاہکار تھی۔ اس میں مجمع البحوث الاسلامیہ کے قیام، اغراض و مقاصد اور موتمر کی غرض و غایت پر روشنی ڈالنے کے بعد اب تک جو کامیابی ہوئی ہے اُس کا تذکرہ کر کے مہمانوں کا خیر مقدم کیا گیا تھا۔ تقریر ختم ہوئی تو حسب قاعدہ و دستور جو وفد آئے ہوئے تھے اُن کی تقریروں کا سلسلہ شروع ہوا، ہر وفد کی طرف سے کوئی ایک شخص تقریر کرتا تھا۔ جس میں شیخ ازہر کی طرف سے دعوت اور جامع ازہر کی فیاضانہ مہمان نوازی پر اظہارِ تشکر و امتنان ہوتا تھا۔ بعض حضرات نے اس کے ساتھ ہی موتمر کے اغراض و مقاصد اور ان کی تکمیل کے بارہ میں بھی اظہارِ خیال کیا اور کچھ مشورے دیے، بعض نمائندے جو ایسے ملکوں سے آئے تھے جن کے مسلمانوں کے حالات عام طور پر معلوم نہیں ہیں، انھوں نے یہ حالات بیان کیے، یہ تقریریں لکھی ہوئی ہوتی تھیں، گذشتہ برسوں کی طرح انگریزی، فرانسیسی اور عربی زبانوں میں

ترجمہ کا انتظام تھا۔ دوسرے دن موتمر کی طرف سے تینوں زبانوں میں جو بلیٹن شائع ہوتا تھا اُس میں اس روز کی پوری کارروائی درج ہوتی تھی اور اُسی میں یہ تقریریں بھی چھپتی تھیں، ۲ / اکتوبر کی نشست میں ہندوستانی وفد کی طرف سے میں نے تقریر کی جو لکھی ہوئی نہیں بلکہ زبانی تھی۔ میں نے پہلے حسب دستور ہندستانی وفد کی طرف سے اور اپنی طرف سے شکریہ ادا کیا اور پھر کہا کہ

"موتمر کے پیشِ نظر دو[2] اہم اور بنیادی مقصد ہونے چاہئیں۔ ایک مسلمانوں کی عملی اور اخلاقی اصلاح۔ اور دوسرا آج کل کے اجتہادی معاملات و مسائل میں غور و خوض اور ان کے متعلق ایک قطعی فیصلہ۔ اسلام کی اصل غرض و غایت عقیدہ اور عمل کی اصلاح ہی ہے۔ چنانچہ قرآن اور حدیث میں سب سے زیادہ زور اسی پر دیا گیا ہے اور اسی پر حسناتِ دنیوی و دینی کا دار و مدار ہے۔ لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ سب سے زیادہ غفلت اور بے پروائی اسی سے برتی جا رہی ہے۔ اسلامیات پر تحقیق اور ریسرچ کے لئے بڑے بڑے ادارے قائم ہو رہے ہیں، عالمی کانفرنسیں ہو رہی ہیں۔ مذاکرات و مباحثے کی مجلسیں منعقد کی جا رہی ہیں۔ پلان بن رہے ہیں۔ لاکھوں اور کروڑوں روپیہ ہر سال ان چیزوں پر خرچ ہو رہا ہے۔ غرض کہ علمی اور تحقیقی اور نیم سیاسی قسم کے کاموں کی بھرمار ہے اور ہر طرف اُن کا غلغلہ بلند ہے، لیکن اسلامی معاشرہ روز بروز بیرونی اور خارجی اثرات کے ماتحت فکر و نظر اور کردار و عمل کے اعتبار سے اسلام سے بہت دور ہوتا جا رہا ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مسلم ممالک مغرب کے استعمارِ سیاسی سے تو آزاد ہو گئے ہیں لیکن فکری اور نظری استعمار کی زنجیروں میں اب تک جکڑے ہوئے ہیں اور استعمار کی یہ دوسری قسم پہلی قسم سے کہیں زیادہ خطرناک اور تباہ کن ہے۔ اس بنا پر ہماری موتمر کو اس طرف زیادہ سے زیادہ توجہ کرنی چاہیے۔

اب رہا دوسرا مقصد! تو معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی تھے، اور قرآن بھی آخری کتاب ہے۔ اب نہ کوئی پیغمبر آئے گا اور نہ آسمان سے کوئی کتاب اُترے گی۔ لیکن بایں ہمہ زندگی میں وسعت اور اُس کی وجہ سے زندگی کے مسائل و معاملات میں گوناگوں پیچیدگیاں پیدا ہوتی اور عہد بعہد روز افزوں ہوتی رہیں گی تو اب سوال یہ ہے کہ ان جدید معاملات و مسائل کا اسلامی حل

کیونکر ہوگا؟ اور یہ حل بے حد ضروری ہے۔ کیونکہ اگر یہ مسائل حل نہ ہوئے تو مسلمان عہدِ جدید کے صنعتی اور تمدنی انقلاب کا محض ایک تماشائی بن کر نہیں رہ سکتا؛ وہ اس دریا میں کود پڑے گا اور یہ ظاہر ہے کہ ان جدید مسائل کا حل اجتہاد کے ذریعہ ہی ہو سکتا ہے۔ مؤتمر کو اس طرف پوری توجہ ہے اور وہ یہ کام کر ہی رہی ہے۔"

اس نشست کے ختم ہونے پر جب ہم لوگ ہال سے باہر نکلے تو شام، شرقِ اردن اور سوڈان کے مندوبین نے اس تقریر کی بڑی تحسین و تعریف کی اور مقرر کو مبارک باد دی۔ میں ان حضرات سے گفتگو کر ہی رہا تھا کہ اتنے میں شیخ محمد ابوزہرہ بھی چند ساتھیوں کے ساتھ ادھر آنکلے۔ مجھے دیکھتے ہی انھوں نے سینہ سے لگا لیا، عربوں کے قاعدہ کے مطابق پیشانی کا بوسہ لیا۔ اور فرمایا "تم نے بے عیب عربی (العربیۃ السلیمۃ) میں اس روانی کے ساتھ تقریر کی جیسے کوئی عرب بولتا ہے۔ اس سے میں بہت خوش ہوا اور تم کو مبارکباد دیتا ہوں۔ جب میں نے کہا کہ کہاں ایک عرب اور کہاں میں ایک عجمی! تو فرمایا "نہیں تم بھی عرب ہو۔ کیونکہ ایک حدیث میں آیا ہے۔ "کل من تکلم بالعربیۃ فھو عربی" دوسرے دن شیخ محی الدین الوائی جو کئی برس سے قاہرہ میں مقیم ہیں اور جامع ازہر میں استاد بھی ہیں، ملے تو انھوں نے جامع ازہر کے ایک استاد جو عربی زبان کے ادیب بھی ہیں۔ (ان کا نام یاد نہیں رہا) ان کے متعلق بیان کیا کہ وہ کہہ رہے تھے "اکبرآبادی صاحب تو شاعر معلوم ہوتے ہیں، اُن کی تقریر کا انداز شاعرانہ تھا۔"

اسی روز شام کی نشست کے آخر میں ہمارے رفیق پروفیسر عبدالمعید خاں (حیدرآباد) نے عربی میں ایک مقالہ پڑھا جس میں مجمع البحوث الاسلامیہ کے اغراض و مقاصد کا تذکرہ کرنے کے بعد یہ تجویز پیش کی تھی کہ اس ادارہ کو قرآن و حدیث پر الگ الگ ایک دائرۃ المعارف تیار کرنا چاہئے! اس دائرۃ المعارف کی ضرورت کیوں ہے؟ اس کی خصوصیات اور نمایاں خد و خال کیا ہونے چاہئیں؟ اور یہ اہم کام کس طرح انجام پذیر ہو سکتا ہے؟ ان تمام امور و تنقیحات پر موصوف نے بڑی مفصل اور مفید بحث کی تھی اور اس ضمن میں حیدرآباد کے دائرۃ المعارف کا بھی خاصہ اچھا تعارف کرا دیا تھا۔ یہ مقالہ عام طور پر بہت پسند کیا گیا اور اس میں جو اقتراحات پیش کی گئی تھیں اُن کے عملی امکانات کئی روز تک پرائیویٹ مجلسوں میں موضوعِ گفتگو بنے رہے۔ پروفیسر عبدالمعید خاں قاہرہ یونیورسٹی کے ڈاکٹر ہیں اور اس سلسلہ میں تین برس وہاں رہ چکے ہیں۔ پھر عثمانیہ یونیورسٹی میں صدر شعبۂ عربی

ہونے کے علاوہ "اسلامک کلچر" ایسے بلند پایہ سہ ماہی مجلہ کے اڈیٹر اور دائرۃ المعارف جیسے مشہور ادارہ کے ڈائرکٹر ہیں، اس بنا پر عرب ممالک کے علمی حلقوں میں اُن کا دائرۂ ملاقات و تعارف کافی وسیع ہے۔ چند دن انھیں قاہرہ کی امریکن یونیورسٹی میں وہاں کے شعبۂ اسلامیات کے ماتحت "ہندوستان میں عربی زبان کی تعلیم" پر ایک لکچر کے لئے مدعو بھی کیا گیا تھا۔ جسے انھوں نے منظور کر لیا تھا۔

کلمات الوفود کا سلسلہ جب ختم ہو گیا تو اب پروگرام کے مطابق مقالات اور اُن پر مناقشات کا دور اس سلسلہ میں جو مقالات پڑھے گئے وہ حسب ذیل ہیں :-

(۱) مکانۃ السنۃ من الاستدلال	الشیخ علی الخفیف
(۲) الحدیث و قیمتہ العلمیۃ	الاستاذ عبد اللہ کنون
(۳) العفو فی الاسلام	ڈاکٹر محمد مہدی علام
(۴) القرآن فی التربیۃ الاسلامیۃ۔	الشیخ ندیم الجسر
(۵) روح الاسلام اقوی دعامۃ لاصلاح المجتمع۔	استاذ عبد الحمید حسن
(۶) المجتمع الاسلامی فی ظل الاسلام	الشیخ محمد ابو زہرہ
(۷) وثیقتان من الادب العربی فی سیاسۃ الرعیۃ۔	استاذ محمد خلف اللہ احمد

مقالات سب کے سب بہت اچھے۔ اور محنت و توجہ سے لکھے گئے تھے۔ پہلے دونوں مقالے حدیث سے متعلق ہیں، الشیخ علی الخفیف جو شیخ محمد ابو زہرہ کی طرح عہد حاضر کے نامور فقیہ اور مصنف و محقق ہیں انھوں نے اپنے مقالہ میں حدیث کی حجیت پر بڑی مدلل اور بصیرت افروز بحث کر کے یہ بتایا تھا کہ حدیث کس پایہ اور درجہ کی حجت ہے اور اُس سے استدلال کا کیا مرتبہ و مقام ہے۔ مقالہ اس درجہ صاف سپاٹ اور واضح تھا کہ مجمع میں اُس پر مناقشہ کی گنجائش ہی کہاں تھی؟ لیکن موصوف نے ایک جگہ حدیث "لا وصیۃ لوارث" ذکر کر کے اس پر گفتگو کی تھی کہ جب قرآن مجید میں وصیت کو فرض (کتب علیکم الوصیۃ الآیۃ) تو کیا اس حدیث کو حکم قرآن کے لئے ناسخ کہا جائے گا؟ ہمارے رفیق مصطفیٰ فقیہ صاحب (بمبئی) نے اس پر اور انگریزی زبان میں تقریر کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ "جب حدیثوں کا حال یہ ہے کہ قرآن کچھ کہتا ہے اور

ی ہیں تو پھر اُن کا اعتبار ہی کیا؟ اتفاق سے اُس وقت صاحبِ مقالہ یعنی شیخ علی الخفیف کسی ضرورت سے چلے گئے تھے۔ اس لئے فقیہ صاحب جب تقریر کرکے بیٹھے تو جناب صدر (الشیخ حسن المامون شیخ جامع ازہر) نے شیخ محمد ابوزہرہ سے درخواست کی کہ وہ جواب دیں۔ شیخ ابوزہرہ حدیث کے متعلق مصطفےٰ الفقیہ صاحب کے یمارک سُن کر سخت برہم اور مشتعل تھے ہی، اب تقریر کرنے جو کھڑے ہوئے تو بری طرح برسے اور گرجے۔ نفسِ مسئلہ پر سنجیدگی کے ساتھ گفتگو کرکے اس بات کی وضاحت کی کہ فقہ میں وصیت کے بارہ میں جو حکم ہے ں کے بارہ میں قرآن و حدیث میں کوئی تعارض نہیں ہے، یہاں حدیث ناسخ نہیں بلکہ قرآنی حکم کی ہی شارح ہے۔ اس کے بعد شیخ کی اشہب زبان نے منکرینِ حدیث کی طرف اپنی عنانِ توجہ موڑ دی اور اب انھوں نے یت درشت اور کرخت لہجہ میں کہا کہ "ہندوستان اور پاکستان کے اہلِ قرآن اور منکرینِ حدیث لاکھ جتن کریں چیخیں چلائیں، حدیث کے منارِ روشن کو ہرگز ہرگز وہ داغدار نہیں کرسکتے" شیخ ابوزہرہ کے اس ریمارک سن کر ہم ہندوستانی وفد کے ممبروں کو بڑا دُکھ ہوا اور ہم نے یہ محسوس کیا کہ غالباً فقیہ صاحب کی ایک عجلت پسندانہ تقریر کی وجہ سے شیخ ہم سب کو ہی "اہلِ قرآن" سمجھ بیٹھے ہیں، چنانچہ میں نے ارادہ کیا تھا کہ شیخ کی تقریر کے بعد یں اپنی اور دوسرے اعضاءِ وفد کی طرف سے صفائی پیش کروں گا۔ لیکن مغرب کی نماز کا وقت ہوگیا تھا س لئے شیخ کی تقریر کے بعد فوراً جلسہ برخاست ہوگیا اور صفائی پیش کرنے یا دوسرے لفظوں میں حدیث کے متعلق اپنا صحیح مسلک بیان کرنے کا یہ موقع ہاتھ سے جاتا رہا۔

لیکن اس کے بعد یہ موقع اُس وقت میسر آیا جب استاذ عبدالحمید حسن نے اپنا مقالہ پڑھا جس میں انھوں نے بڑی خوبی اور عمدگی کے ساتھ یہ ثابت کیا تھا کہ انسانی معاشرہ کو سب سے زیادہ توانائی اور طاقت اسلام کی روح سے ہی پہونچ سکتی ہے، اس مقالہ میں موصوف نے ایک جگہ لکھا تھا کہ "زکوٰۃ کے جو مقادیر ہیں وہ توقیفی نہیں ہیں۔ اس لئے اگر ایک اسلامی حکومت چاہے تو ان میں کمی بیشی کرسکتی ہے۔ علاوہ ازیں انھوں نے متعدد مواقع پر تمدن کا ذکر کیا تھا لیکن ہر جگہ انھوں نے تمدن کی صفت عربی (المدینة العربیة) لکھی تھی۔ بہرحال مقالہ کے اختتام پر جیسے اس پر مناقشات شروع ہوئے تو میں نے بھی اس میں حصہ لیا اور صاحبِ صدر کی اجازت سے تقریر کرتے ہوئے کہا:

ـــ "استاذ عبدالحمید حسن کا مقالہ بے شبہ بڑا عمدہ اور فکر انگیز تھا، لیکن مجھے دو باتوں سے سخت اختلاف ہے۔ اول یہ کہ فاضل مقالہ نگار کے نزدیک اسلامی حکومت زکوٰۃ کے مقادیر میں کمی بیشی کر سکتی ہے، حالانکہ یہ صحیح نہیں بلکہ سرتاسر غلط ہے، کیونکہ زکوٰۃ میں مقادیر کی حیثیت ہو بہو وہی ہے جو رکعات کی نمازوں میں ہے، دونوں کا ذکر قرآن میں نہیں ہے۔ لیکن قرآن میں جب صلوٰۃ ا[ور] زکوٰۃ دونوں مجمل ہیں تو اب احادیثِ متواترہ و مشہورہ سے ان کی جو تفصیل اور تشریح بھی معلوم ہوگی وہ قرآن کے حکم کی طرح منصوص سمجھی جائے گی واجب العمل ہوگی اور اس میں کسی کو زیادتی اور کمی کرنے کا کوئی حق نہیں ہوگا! یہ ایک بات ہوئی، دوسری بات یہ ہے کہ فاضل مقالہ نگار نے عربیت یا ثقافت کی صفت ہر جگہ عربیہ بیان کی ہے۔ حالانکہ یہ صفت بجائے عربیہ کے "اسلامیہ" ہونی چاہئے۔ کیونکہ جس چیز کو ہم اسلامی ثقافت اور تمدن کہتے ہیں اُس کی تعمیر و تشکیل میں صرف عربوں کا نہیں بلکہ دنیا کے سب مسلمانوں کا حصہ ہے، تاریخ کا ہر طالب علم جانتا ہے کہ جب دولتِ بنی عباس پر انحطاط و زوال طاری ہوا اور عرب اماراتِ الٰہی کی حفاظت سے عاجز ہوگئے تو قدرت نے عجم میں متعدد چھوٹی بڑی حکومتیں قائم کر دیں جنھوں نے اسلامی ثقافت کے ٹھہرے ہوئے قافلہ کو پھر دعوتِ گرم رفتاری دی"

آپ نے غور فرمایا! اس طرح براہِ راست تو نہیں لیکن بالواسطہ میں نے اُس تاثر کو رد کرنے کی کوشش کی جو حدیث سے متعلق شیخ ابوزہرہ یا دوسرے حضرات کے دماغ میں ہمارے بارہ میں پیدا ہوا ہوگا! اب جب یہ تقریر ہو رہی تھی اُس وقت ہمارے خواجہ تاش اور محبِ صمیم مولانا محمد یوسف صاحب بنوری (کراچی) کمرہ سے باہر چلے گئے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد جب وہ آئے اور مجھ سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے مجھ سے پوچھا ابھی جو تقریر کی تھی اُس میں کیا کہا تھا؟ میں نے جب مذکورۂ بالا دونوں باتوں کا ذکر کیا تو بولے "واہ کیا خوب! ان میں جو پہلی بات ہے یعنی مقادیرِ زکوٰۃ والی اُس پر تو میں بھی تقریر کرنے والا ہوں" چنانچہ انھوں نے تیاری بھی کر لیا تھا، ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ صدارت کی طرف سے مولانا کا نام پکارا گیا اور وہ خطبہ دینے اور ڈائس پر تقریر کرنے کی جگہ پر پہونچ گئے، لیکن تقریر کے شروع میں موصوف نے یہ صاف کہہ دیا کہ جس امر

زمہ جاننے والا ہوں، مجھے معلوم ہوا ہے کہ اکبر آبادی صاحب اسی پر پہلے بول چکے ہیں۔ اگر واقعی ایسا ہے تو "الفضل للمتقدم"۔ بہرحال خوشی کی بات یہ ہے کہ فاضل مقالہ نگار نے بغیر کسی رد و کد کے دونوں باتیں تسلیم کرلیں اور اُن کے مطابق مقالہ میں ترمیم و تنسیخ کرنے کا اعلان کردیا۔

مقالات جن جن حضرات نے لکھے تھے سب نے پڑھے۔ لیکن شیخ محمد ابوزہرہ نے ہر مرتبہ کی طرح اب کے بھی یہی کیا کہ مقالہ اگرچہ کم و بیش دو سو صفحات میں ٹائپ کیا ہوا موجود تھا اور مندوبین میں تقسیم بھی ہوچکا تھا لیکن شیخ نے تقریر ہی کی جو دو نشستوں میں جاری رہی، قدرت نے عجیب قوا عطا فرمائے ہیں عمر ستر سے کیا کم ہوگی! لیکن اس کے باوجود تین تین گھنٹے مسلسل تقریر کرتے ہیں اور حنجرہ و پھیپھڑے کی پوری قوت کے ساتھ، نہ کہیں سانس پھولتا ہے نہ آواز میں پستی پیدا ہوتی ہے۔ نہ کھانسی نہ کھنکار۔ ذہن اور حافظہ دونوں پوری طرح مستعد! مجال ہے کہیں کوئی ساتھ چھوڑ دے، پوری تقریر جو اسلام کے اجتماعی قوانین پر ایک نہایت فاضلانہ اور جامع تبصرہ تھی، بڑی توجہ اور دلچسپی کے ساتھ سنی گئی۔

شیخ نے تقریر میں ایک موقع پر حدود پر کلام کرتے ہوئے کہا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک بادشاہ پر حد جاری نہیں کی جاسکتی، شیخ نے امام صاحب کی یہ رائے نقل کی اور جیسے کہ اُن کا طریقہ ہے اس کے بعد بڑے زور سے انھوں نے کہا "اشهد انَّ اباحنيفةَ لَمُبْطِلٌ ومخطئ" مؤتمر میں جو حضرات حنفی نہیں تھے اور غالباً اکثریت انہیں کی تھی۔ امام عالی مقام کی شان میں شیخ ابوزہرہ کا یہ بیباکانہ فقرہ اُن کو بھی گراں گزرا۔ چنانچہ جب شیخ تقریر سے فارغ ہوکر بیٹھے تو لوگوں نے سخت شکایت کی اور اپنی ناگواری کا اظہار کیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ شیخ پھر کھڑے ہوئے، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل و مناقب اور اوصاف و کمالات بیان کرنے کے بعد کہا کہ باایں ہمہ امام ابوحنیفہ ایک مجتہد تھے۔ اور مجتہد سے خطا بھی ہوتی ہے اور صواب بھی، مجھ کو یقین کامل ہے کہ اس مسئلہ خاص میں امام صاحب سے خطا ہوئی ہے اور غالباً یہ شخصی حکومت کا اثر ہے کہ وہ بادشاہ کو اجرائے حدود سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں، ورنہ قرآن و حدیث میں کہیں کوئی ایسی چیز موجود نہیں ہے جس سے اس استثناء کا قرینہ نکلتا ہو، اور اس بنا پر شیخ نے "انہ لَمُبْطِلٌ" کا فقرہ پھر بڑے زور شور کے ساتھ کہا اور بیٹھ گئے۔

اسی طرح عراق کے مشہور شیعہ مجتہد الشیخ علی کاشف الغطاء نے شیخ پر رد کرتے ہوئے اپنی تقریر میں کہیں یہ کہا تھا

سُنی محدثین و رواۃ حضرت جعفر صادق سے روایت نہیں لیتے ہیں، حالانکہ اس باب میں اُن کا مرتبہ و مقام تھا۔ کے جواب میں شیخ محمد ابوزہرہ نے جو تقریر کی وہ اسی گھن گرج کے ساتھ! پہلے تو کچھ ظریفانہ فقرے کہے، اس سنجیدگی سے بتایا کہ سنی محدثین و رواۃ پر یہ الزام بالکل غلط ہے کیوں کہ فلاں فلاں سنی محدث نے حضرت سے اتنی روایات نقل کی ہیں اور وہ حدیث کی فلاں فلاں کتابوں میں موجود ہیں۔ جب اصل اعتراض و محققانہ تردید کر چکے تو اب حسب عادت ناک بھوں چڑھا کر اور غیظ و غضب کے لہجہ میں بولے کہ " ضرور ہے کہ شیعہ حضرات حضرت جعفر صادق سے روایات عام طور پر جس واسطہ اور ذریعہ سے لیتے؛ ہمارے اصول جرح و تعدیل کے مطابق ثقہ اور معتبر نہیں ہے " کیوں؟ اس کے بعد شیخ نے اس کے کچھ وجوہ ہمارا خیال تھا کہ شیخ علی کاشف الغطا کو شیخ ابوزہرہ کی تقریر سے بڑی ناگواری ہوگی۔ لیکن شیخ نے تو خاتمہ پر کچھ ایسے فقرے کہہ دئے کہ شیخ علی کاشف الغطا بھی ہنس پڑے اور پورا مجمع بھی ہنس پڑا۔ اگرچہ کے مزاج میں حدت اور ضد ہے۔ اپنے سامنے کسی کی چلنے نہیں دیتے ہیں لیکن اس میں کوئی شبہ نہ قوتِ حافظہ، حاضر جوابی، خطابت و طلاقتِ لسانی اور وسعتِ علم و مطالعہ کے مجموعی اوصاف و کما اعتبار سے آج پورے عالمِ اسلام میں ان کا جواب نہیں ہے۔ اطال اللہ بقاءہٗ۔

موتمر کے آخری دنوں میں مقالات اور ان پر مناقشات کا دور ختم ہوا تو اب شکریہ کی اور عام تا سلسلہ پھر شروع ہوا۔ اس میں ہمارے باقی تین رفقا نے بھی حصہ لیا۔ چنانچہ ڈاکٹر محمد اقبال انصاری نے ! تنظیم سے متعلق بعض مفید مشورے پیش کئے۔ مثلاً یہ کہ اب تک اس کا کوئی دستور نہیں ہے وہ ہونا چاہئے: الاسلامیہ کے اعضا میں اب تک کوئی غیر عرب شامل نہیں ہے۔ حالانکہ آبادی کے اعتبار سے ان کی تعداد ز ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ اور موتمر میں شیعہ سنی اختلافات کا ذکر مناسب نہیں ہے۔ پرنسپل عبدالوہاب ! شکریہ کے ساتھ ہندوستان میں مسلمانوں کے حالات اور ان کے دینی و مذہبی شوق و شغف کا تذکرہ پاکستان کے مندوب مولانا مفتی محمود نے اپنی شکریہ کی تقریر میں خواہ مخواہ فلسطین کے ساتھ کشمیر کا پیو اس لئے جب اسلام الدین صاحب ازہری (آسام) نے تقریر کی تو انھوں نے اس کا جواب دیا۔ علاوہ روس کے مندوب مفتی ضیاء الدین بابا خان اور سیلون۔ جاپان۔ فلپائن، یوگوسلاویہ۔ مالیزیا۔ صومالیا

اور ارگنڈا وغیرہ کے مندوبین کی بھی تقریریں ہوئیں۔ یہ سب تقریریں لکھی ہوئی تھیں جو پڑھ کر سنادی گئیں موضوع و مضمون سب کا قریب قریب ایک ہی تھا، البتہ اس سلسلہ میں شیخ عبداللہ غوشہ (اردن) اور شیخ محمد ناصر ابوشباب (فلسطین) اور سید محمد عواد (غزہ) نے جو تقریریں زبانی اور ارتجالاً کیں وہ بڑی جاندار اور موثر تھیں۔ ان حضرات نے صاف لفظوں میں کہا کہ آج کہنے کو ہم سب کچھ کہتے ہیں لیکن درحقیقت کون سا ملک ہے جسے صحیح معنی میں اسلامی کہا جا سکے۔ ہماری تہذیب، کلچر اور آداب معیشت و معاشرت جب تک مغربی تہذیب و تمدن کے رنگ میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ہم دنیا میں بحیثیت مسلمان کے کسی عزت کے مستحق نہیں ہو سکتے۔ آخرت کا تو پوچھنا ہی کیا! ان حضرات کی تقریروں میں اسلامی حمیت و غیرت اور قلبی سوز و گداز کے ساتھ فصاحت و بلاغت بھی بھرپور تھی اس لئے مجمع پر ان کا بہت اچھا اثر ہوا اور کتنے لوگ تھے جو آبدیدہ ہو گئے۔

ان علمی مذاکرات اور بحث و گفتگو کے علاوہ حسب سابق نہایت شاندار اور پرتکلف ڈنر اور عصرانے اور غزہ اور دوسرے مقامات کی سیر و تفریح کے پروگرام اس مرتبہ بھی رہے۔ ان کی تفصیل کے لئے ایک الگ مضمون کی ضرورت ہے۔ البتہ ایک دلچسپ لطیفہ سن لیجئے: موریتانیا (افریقہ) کے مندوب شیخ محمد سالم بن عبدالودود کو میں تین برس سے برابر دیکھ رہا ہوں، قاہرہ میں یا انڈونیشیا میں جہاں کہیں دیکھا ہمیشہ ایک ہی وضع میں دیکھا۔ ڈاڑھی متشرعانہ، سر پر عمامہ، لانبا کرتہ اور اُس پر جبہ، صورت اور شکل سے جیسے معلوم ہوتے ہیں۔ سچ مچ ہیں بھی۔ ویسے ہی! نماز کا کیا ذکر ہے؟ تسبیح اور اوراد و وظائف تک کے پابند ہیں۔ اس مرتبہ بھی انھیں موتمر کے شروع ایام میں اسی حلیہ میں دیکھا۔ لیکن ۹ر اکتوبر کی صبح کو غزہ جانے کے ارادہ سے ہم لوگ ہوٹل سے باہر نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ یہی صاحب عمامہ و جبہ سرتاپا فرنگی لباس میں ملبوس تھا۔ سر برہنہ۔ اعلیٰ درجہ کا سوٹ اور نکٹائی۔ اسی طرح یمن کے جو صاحب مندوب تھے وہ ہمیشہ جبہ اور عقال میں نظر آتے رہے۔ لیکن ایک دن ڈنر کے موقع پر انھیں دیکھا تو پہچاننا مشکل تھا۔ مغربی لباس میں غرق تھے۔

اب آخر میں ہم وہ تجاویز نقل کرتے ہیں جو گزشتہ سال اور امسال موتمر میں باتفاق آرا منظور ہوئی ہیں۔ یہ نہایت اہم تجاویز ہیں جن کا تعلق پورے عالم اسلام اور جدید مسائل سے ہے۔ علاوہ ازیں ان تجاویز سے یہ بھی اندازہ ہوگا کہ مجمع البحوث الاسلامیہ کا مقصد حکومت کی خواہش اور مرضی کے مطابق اسلام کے قوانین و تعلیمات

کو توڑتا مروڑتا ہے جیسا کہ بعض کوتاہ نظر کہتے ہیں، یا وہ ایک آزاد اور خالص علمی و تحقیقی ادارہ ہے جو ایک نہایت اہم اسلامی و دینی ضرورت کو ایمانداری سے پورا کر رہا ہے۔

انشورنس اور بینک انٹرسٹ | انشورنس اور بینک انٹرسٹ۔ ان دونوں موضوعات پر گذشتہ سال مقالات پڑھے گئے تھے جن میں مختلف آراء کا اظہار مدلل اور فکر انگیز طریقہ پر کیا گیا تھا۔ ان مقالات پر بحث بھی ہوئے۔ لیکن اس سلسلہ میں جو تجویز پاس ہوئی وہ یہ تھی کہ تعاون باہمی یا سماجی فلاح و بہبود کے لئے قائم ہوتی ہیں۔ اگر وہ صحت، حوادث آسمانی سے حفاظت، بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے کسب نہ کر سکنے میں معاش کی فراہمی کے لئے بیمہ کا کاروبار کریں تو یہ جائز ہے۔ لیکن اس کے علاوہ خاص انشورنس کمپنیاں کا روبار کرتی ہیں۔ یا بینک جو سود دیتا ہے اُن کے بارہ میں مؤتمر کو ابھی تک کوئی شفا حاصل نہیں ہو سکی۔ مزید غور و فکر، بحث و تحمیص اور عالم اسلام کے دوسرے ممتاز علماء اور ارباب فن سے مشورہ و گفتگو کے بعد اس پر کوئی فیصلہ کیا جائے گا۔ امسال پھر اس پر غور کیا گیا۔ لیکن فیصلہ پھر بھی نہیں ہوا۔ اور مزید غور و فکر اور تحمیص کے لئے اسے ملتوی کر دیا گیا۔ اس خاص موضوع کے علاوہ گذشتہ سال جو اہم تجاویز منظور ہوئیں

اموال سے نفع اُٹھانا | مؤتمر یہ فیصلہ کرتی ہے کہ کسی خاص منقولہ یا غیر منقولہ جائداد سے نفع حاصل کرنا اور طریقہ انتفاع کو معین کرنا خاص صاحب جائداد کا حق ہے۔ لیکن ہاں! اگر وہ کوئی ایسا طریقہ اختیار کر رہا ہے جس سے مصلحت عامہ کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے تو اب ولی امر (حاکم) پر واجب ہے کہ اس میں دخل دے لیکن اس طرح کہ صاحب مال کا جو حق مشروع ہے اُس پر ظلم و زیادتی نہ ہو۔

زکوٰۃ اور نفلی صدقات | مؤتمر زکوٰۃ کے بارہ میں یہ فیصلہ کرتی ہے کہ:

(۱) حکومتیں جو ٹیکس اپنی صوابدید سے مقرر کرتی ہیں اُن کو ادا کرنا زکوٰۃ مفروضہ کی ادائیگی سے مستثنیٰ نہیں کر دیتا ہے۔

(۲) ملک میں جو سکے، ہنڈیاں، نوٹ اور دوسری قسم کے سامان تجارت جو رائج ہیں اُن میں زکوٰۃ کے نصاب کا فیصلہ سونے کی قیمت کے حساب سے ہوگا۔ پس جس چیز کی قیمت بیس مثقال (۷½ تولہ) سونے کے برابر ہوگی اُس میں زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اشیاء کی قیمتیں متعین کرنے کا معیار سونا ہی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ بیس مثقال سونے کی قیمت رائج سکہ میں کیا ہے؟ تو یہ معلوم کرنے کے لئے ماہرین کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

(۳) وہ اموال نامیہ جن پر وجوب زکوٰۃ کے بارے میں نہ کوئی نص شرعی موجود ہے اور نہ کوئی رائے فقہی اُن کا حکم یہ ہوگا۔

(الف) بڑی بڑی عمارتیں جن سے نفع حاصل کیا جاتا ہے۔ کارخانے۔ اسٹیمر ہوائی جہاز اور اس طرح کی دوسری چیزیں اُن کی ذات پر نہیں۔ البتہ ان چیزوں سے جو آمدنی ہوتی ہے اُس پر وجوب زکوٰۃ کے شرائط یعنی نصاب اور حولان حول کے مطابق زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(ب) اگر مذکورۂ بالا چیزوں کی آمدنی مقدار نصاب کو نہیں پہونچتی تو پھر اس شخص کے پاس اگر بعض دوسرے اموال ہیں جن پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے تو مذکورۂ بالا چیزوں کی آمدنی کو ان موخرالذکر اموال کے ساتھ ملحق کر دیا جائے گا اور ان سب کے مجموعہ پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

(ج) مالی سال کے آخر میں اس مال میں سے ربع عشر یعنی ۱/۴۰ بطور زکوٰۃ ادا کرنا ہوگا۔

(د) جن کمپنیوں میں بہت سے لوگ شریک ہیں اُن میں سے ہر ایک کے حصہ میں جو رقم نفع کی آکر پڑتی ہے اُس پر زکوٰۃ ہوگی نہ کہ کمپنی کی مجموعی آمدنی پر۔

(۴) زکوٰۃ مکلف اور غیر مکلف دونوں کے مال پر واجب ہوتی ہے۔ البتہ جو شخص سرپرست یا نگراں کی حیثیت سے غیر مکلف کے مال میں تصرف کر رہا ہے اُس کو غیر مکلف کی طرف سے زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔

(۵) زکوٰۃ تمام اسلامی ممالک میں اجتماعی تکافل و تضامن کا ذریعہ ہے۔

نفل صدقات کے متعلق موتمر یہ اعلان کرتی ہے کہ

(۱) اسلام انفاق فی سبیل اللہ کی طرف دعوت دیتا اور بخل و جوز رسی سے منع کرتا ہے۔

(۲) اسلام بھیک مانگنے اور صدقات پر تکیہ کر لینے سے باز رکھتا ہے۔ مگر ہاں جب مجبوری ہو۔

(۳) اسلام غیر مسلموں کے ساتھ بھی نیکی اور بھلائی کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جو غیر مسلم اسلامی ملک میں رہتے ہیں احسان و ہبہ کے معاملہ میں اُن میں اور مسلمانوں میں کوئی فرق و امتیاز نہیں ہوگا۔ اسلام کا یہی حکم ہے

عائلی زندگی

تعدد ازدواج | موتمر یہ اعلان کرتی ہے کہ قرآن کریم کی صریح نصوص کے مطابق تعدد ازدواج اُن قیود کے ساتھ جن کا ذکر قرآن میں ہے مباح ہے، اور اُس حق سے کوئی شخص کب اور کس طرح فائدہ اٹھائے اس کا دارومدار صرف شوہر پر ہے۔ قاضی (عدالت) کی اجازت درکار نہیں ہے۔

طلاق | موتمر یہ فیصلہ کرتی ہے کہ شریعت اسلامیہ کی تعلیمات کے حدود کے اندر رہتے ہوئے طلاق دی جائے اور خواہ قاضی (عدالت) کی اجازت ہو یا نہ ہو بہرحال طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

فیملی پلاننگ | اس سلسلہ میں موتمر فیصلہ کرتی ہے :

(۱) اسلام نے تکثیر نسل کی رغبت دی ہے، کیونکہ کثرت نسل اجتماعی، اقتصادی اور فوجی اعتبار سے امت اسلامیہ کے لئے قوت کا باعث ہے اور اس سے مسلمانوں کی شان و شوکت میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۲) اگر شخصی طور پر ضبط حمل کے متقضیات موجود ہوں تو میاں بیوی کے لئے جائز ہے کہ وہ ایسا عمل کریں۔ ضرورت واقعی ہے یا نہیں اس کا فیصلہ صاحب ضرورت اور اُس کے دین کے حوالہ ہے۔

(۳) ایسے قوانین وضع کرنا شرعاً جائز نہیں ہے جو کسی حیثیت سے بھی لوگوں کو منع حمل پر مجبور کریں۔

(۴) تحدید نسل کے خیال سے اُن وسائل و ذرائع کا استعمال کرنا جن سے بانجھ پن پیدا ہوتا ہے یا سرے سے مباشرت ہی نہ کرنا۔ یہ دونوں چیزیں میاں بیوی کے لئے ناجائز ہیں اور اس کام میں کسی کا تعاون کرنا بھی ناجائز ہے۔

نوجوانوں کی تربیت

اس سلسلہ میں موتمر فیصلہ کرتی ہے کہ :-

(۱) دینی تعلیم و تربیت اور دلوں میں ایمان اور خیر کو جاگزیں کرنا یہی وہ بہترین طریقہ ہے جس سے آج کل کے نوجوان کو انحراف عن الحق والدین سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے۔

(۲) بعض نوجوانوں کا مذہب سے برگشتہ ہونا اور شعائر دین کو ترک کردینا ایک نفسی بیماری ہے۔ علاج اسلوب قرآن کے مطابق نصیحت اور نرمی و ملاطفت کے ساتھ فہمائش سے ہونا چاہئے۔ اس سلسلہ میں

کہ نوجوانوں کو اسلامی تاریخ کے سنہرے ابواب یاد کرائے جائیں۔ اعلیٰ درجہ کے علمائے دین کی ایک نسلِ خاص اسی مقصد کے لئے تیار کی جائے۔ دینی تعلیم و تربیت کو نصابِ تعلیم کا لازمی جز بنایا جائے۔ اخبارات و رسائل کا خاص اس مسئلہ میں تعاون حاصل کیا جائے۔ قصہ کہانی کی کتابیں اس موضوع پر لکھوائی جائیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

یہ تجاویز جو سالِ گذشتہ موتمر میں بالاتفاق منظور ہوئی تھیں موتمر کے مقالات اور اُس کی روئداد کے ساتھ الازہر کے خاص نمبر مورخہ مئی ۱۹۶۵ء میں جامع ازہر کی طرف سے شائع ہو چکی ہیں۔ اِس سال جو تجاویز منظور ہوئی ہیں اُن میں چند اہم یہ ہیں:-

رویتِ ہلال[1] (۱) کسی قمری مہینہ کا آغاز اُس وقت تک قابلِ تسلیم نہیں ہوگا جب تک چاند کی رویت نہ پائی جائے۔ حدیث سے یہی ثابت ہے۔ پس اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں کہ اصل بنیاد رویت ہے۔ لیکن اس رویت کا اُس وقت اعتبار نہیں ہو سکتا جبکہ تہمتوں کا امکان قوی ہو۔

(۲) رویتِ ہلال کا ثبوت بہت سے لوگوں کے دیکھنے سے ہوتا ہے اور خبرِ مستفیض کے علاوہ خبرِ واحد سے بھی ہوتا ہے۔ خواہ یہ 'واحد' مذکر ہو یا مؤنث۔ بشرطیکہ کسی سبب سے اس خبر میں جھوٹ ہونے کا احتمال نہ ہو۔ مسلمہ فلکی حساب کی مخالفت بھی ان اسباب میں سے ایک سبب ہے۔

(۳) خبرِ واحد خود اس شخص کے لئے واجب العمل ہے اور اُس کے لئے بھی جو اس پر اعتماد کرتا ہے۔ رہا عام مسلمانوں کا اس خبر کو ماننا! تو یہ اُس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک حکومت نے ہی اس شخص کو چاند دیکھنے پر مقرر نہ کر دیا ہو۔

(۴) موتمر کی رائے میں اختلافِ مطالع کا اعتبار نہیں ہے، اگرچہ اقالیم ایک دوسرے سے کتنے ہی دور ہوں۔ بشرطیکہ جس شب میں رویت ہوئی ہے اُس کے کسی نہ کسی جز میں وہ شریک ہوں۔ البتہ جن اقالیم میں اس شب کا

---

[1] جیسا کہ نومبر ۱۹۶۶ء کے برہان کے نظرات میں عرض کیا گیا تھا "تحدید اوائل الشھور القمریۃ" کا موضوع موتمر کے دورِ ثانی میں جو صرف مجمع البحوث کے ممبروں کے لئے مخصوص تھا۔ زیرِ بحث آیا اور بحث و تمحیص کے بعد اُس پر یہ قرارداد منظور ہوئی۔ غزہ (فلسطین) سے "نور الیقین" نام کا ایک اسلامی اور دینی ماہنامہ شائع ہوتا ہے۔ یہ اور دوسری قراردادیں اس ماہنامہ کی اشاعت بابت نومبر ۱۹۶۶ء میں چھپی ہیں اور ہم نے اسی سے نقل کی ہیں۔

کوئی ایک جزو بھی مشترک نہیں ہے اُن میں اختلاف مطالع کا اعتبار ہوگا۔

(۵) حساب فلکی پر صرف اُس وقت اعتماد کیا جا سکتا ہے جب کہ رویت متحقق نہ ہو اور نہ اُس کا امر گذشتہ مہینہ کو پورے تیس ۳۰ دن کا مانا جائے۔

(۶) موتمر اسلامی حکومتوں اور مسلمان جماعتوں سے درخواست کرتی ہے کہ ہر اسلامی ولایت میں رویت کا ایک ایسا ادارہ ہونا چاہئے جو رصدگاہوں اور ماہرین فلکیات کے ساتھ بھی تعلق رکھے اور اسی طرح کے جو دوسرے اقالیم میں ہوں اُن سے بھی رابطہ رکھے۔

ذبائح | موتمر فیصلہ کرتی ہے کہ ذبائح موسم حج میں ھدی ہیں، وہ اسلام کا شعار اور عبادت و دینیہ ہیں جس کے اجتماعی مقاصد ہیں۔ جو شخص اس پر قادر ہے اُس کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ قربانی کے بدلے میں کچھ اور کرے۔ البتہ ایک سے زائد واجب نہیں ہے۔ اور واجب وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے روزہ کا بدل مقرر فرمایا ہے۔

الاجتماع والاقتصاد | موتمر یہ اعلان کرتی ہے کہ:

(الف) اسلام عقیدہ اور عبادت اور اس شریعت کا نام ہے جو حقوق اور واجبات کی تشخیص کرتی ہے، اور انسانیت کی بھلائی اسی میں ہے کہ تمام انسانی اور اجتماعی معاملات و مسائل میں اُس کو نافذ اور جاری کیا جائے جو قرآن و سنت میں درج ہے۔ کیونکہ قیام فضیلت اور دفع شر و فساد کی راہ اس کے سوا کچھ اور نہیں ہے۔

(ب) اسلام انسان انسان کے درمیان رنگ، جنس، ملک کا کوئی تفرقہ نہیں کرتا۔ حقوق اور فرائض کے معاملہ میں سب انسان برابر ہیں۔

(ج) حکومتوں اور قوموں کے باہمی تعلقات کے لئے ضروری ہے کہ عدل و انصاف انسانی شرف اور وفاء بالمعاہدات العادلۃ۔ اور کمزوروں کے ظلم پر جو اتفاق ہو اُس کے بطلان پر قائم ہوں۔

(د) موتمر اعلان کرتی ہے کہ دنیا کے سب انسانوں میں زمین سے انتفاع کے بارہ میں باہم گراشتہ و تعاون ہونا ضروری ہے، تاکہ ایک ملک کی ضرورتیں دوسرے ملکوں کی مدد سے پوری ہو جائیں۔

سنت | موتمر عالم اسلام کے لئے اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ سنت نبوی حجت ہے۔ تشریع کے باب میں، قر

کے بعدوہ دوسرا آخذ اور مصدر ہے۔ موتمر مسلمانوں سے اپیل کرتی ہے کہ وہ تمسک بالسنۃ کریں اور تربیت اور معاملات میں سنت کے منشاء پر عمل پیرا ہوں۔ علاوہ ازیں قرآن کے ساتھ مل کر فکر اسلامی کی تکوین میں انسانی تہذیب کی تعمیر میں اور انسانی معاشرہ کو پراگندگی و انتشار سے محفوظ رکھنے میں سنت کا کردار بہت اہم رہا ہے۔ موتمر مجمع البحوث الاسلامیہ سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ اُن تمام احادیث کو یکجا کرے جن کی نسبت کہا جاتا ہے کہ اُن کی مراد وہ نہیں ہے جو ظاہر الفاظ سے سمجھ میں آتی ہے۔ پھر ان احادیث کی سند اور متن دونوں کے اعتبار سے تحقیق کی جائے اور پھر ان کی شرح لکھی جائے[1]۔ موتمر مجمع البحوث سے یہ مطالبہ بھی کرتی ہے کہ وہ احادیث نبویہ کی ایک انسائیکلو پیڈیا مرتب کرے۔ جس کے باعث احادیث کا تمام ذخیرہ یکجا اور محفوظ ہو جائے۔

متفرق تجاویز

(۱) موتمر فیصلہ کرتی ہے کہ تمام اسلامی حکومتوں کو اپنے ہاں لغت قرآن یعنی عربی زبان کی ترویج و اشاعت میں زیادہ سے زیادہ کوشش کرنی چاہئے۔ تاکہ مسلمان مردوں اور عورتوں میں قرآن و سنت کے سمجھنے کا ذوق اور صلاحیت پیدا ہو۔

(۲) موتمر مسلمان حکومتوں سے پُر زور اپیل کرتی ہے کہ اُن کے ہاں اگر دستوری یا آئینی اعتبار سے کوئی چیز اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے تو وہ اصلاح کر کے اُس کو شریعت کے مطابق بنائیں۔

(۳) پورے عالم اسلام کا ایک مشترکہ فنڈ قائم کیا جائے اور اُس کو اسلام کی تبلیغ اسلامی ثقافت کی نشر و اشاعت۔ اسلامی ورثہ کا احیا۔ اور اسلامی مراکز کے قیام میں خرچ کیا جائے۔

---

[1] سنت سے متعلق متعدد تجاویز الگ الگ ہیں۔ ہیں نے اختصار کے خیال سے سب کو ایک جگہ کر دیا ہے۔

معارف الآثار ـــــ از: لفٹننٹ کرنل خواجہ عبدالرشید صاحب

آرکیالوجی (اثریات) پر اہم کتاب۔ تاریخ قدیم' دریائے سندھ اور بحیرۂ اسود کے دریاؤں کے علاقوں کی قدیم تاریخ، جغرافیا، آثار قدیمہ اور تہذیبوں کا تعارف، ایران اور عراق کی قدیم تہذیبوں کا وہاں کے آثار کی بنیاد پر مطالعہ۔ مصنف نے خود ان علاقوں کا دورہ کر کے اور مکمل نتائج حاصل کئے ہیں۔

● صفحات ۱۷۰ ● قیمت -/۳ ● مجلد -/۴

ملنے کا پتہ:- مکتبہ برہان ـــ اردو بازار ـــ جامع مسجد ـــ دہلی ۶